سلسلہ مطبوعات (۲۷)

انگریز کے
لرزہ خیز اِنتقام کی داستان

مولانا سید محمد میاںؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

حرف اوّل

یوں تو 1947ء میں انگریز برعظیم ہندوستان سے کوچ کر گیا، لیکن اپنے پیچھے جو نظام چھوڑ گیا، وہ آج تک اس خطے بالخصوص پاکستان کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ یہ نظام ابھی تک اس استعمار کی یاد دلاتا ہے، جس نے ہمارے خطے کے باسیوں سے وہ لرزہ خیز سلوک کیا کہ اس کی داستان پڑھتے ہوئے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں غلامی کے دور کی حقیقی تصویر پیش کرنے کے بجائے بیرونی غاصبوں کی تعریف میں رطب اللسان اداروں اور جماعتوں کی کمی نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ انگریز کے دور انتقام اور عہد خونیں سے نوجوان نسل کو آگاہ کیا جائے، تاکہ اس کے تناظر میں وہ اس کے جانشینوں کے بارے میں اپنے رویوں کی سمت درست کرسکے اور نہ صرف یہ بلکہ اگلے اقدام کے لیے بھی سوچ سکے۔

زیرنظر مضمون کی آخری چند سطور کے علاوہ تمام مواد مسٹر ایڈورڈ ٹامسن کی کتاب THE OVERSIDE OF THE MIDDLE سے ماخوذ ہے۔ موصوف کا اس بابت کہنا یہ ہے کہ انھوں نے جتنے واقعات نقل کیے ہیں، ان میں سے ایک بھی کسی ہندوستانی قلم یا زبان سے نکلا ہوا نہیں ہے اور میں نے شاذ و نادر ہی کوئی ایک فقرہ اینگلوانڈین اخبارات یا اس سے کم درجے کے اپنے ملک کے اخبارات سے نقل کیا ہوگا، نیز یہ کہ ایسے بہت سے واقعات کو چھوڑ دیا گیا ہے، جن سے اس سے زیادہ سنگ دلی اور درندگی کا اِظہار ہوتا ہے۔

یہ کتاب 1857ء کے خونیں معرکہ کے 60 سال کے بعد اس نقطۂ نظر سے لکھی گئی کہ اپنے مظالم کا اعتراف کرکے اہل ہند کے دل میں کوئی گنجائش پیدا کی جائے، تاکہ وہ ماضی کو بھلا کر آئندہ کے لیے استعماری مکاریوں کے آلۂ کار بن سکیں۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ شیخ حسام الدین بی اے نے ''انقلاب 1857ء کی تصویر کا

www.rahimia.org

دوسرا رخ'' کے نام سے کیا ہے۔ اور اس کے اقتباسات حضرت مولانا سید محمد میاںؒ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''علمائے ہند کا شان دار ماضی'' جلد چہارم میں نقل کیے ہیں۔ الغرض آمدہ صفحات میں ''مہذب'' انگریز آقاؤں کے اپنی غیر مہذب رعایا کے ساتھ سلوک کی ایک جھلک ملاحظہ کیجیے اور عہد کیجیے کہ لاتعداد مظلوم مجاہدین اور حریت پسندوں کی لازوال قربانیوں کو بار آور بنانے کے لیے جہدِ مسلسل کے ذریعے اخلاص کے ساتھ شعوری اقدامات روبہ عمل لائیں گے۔ **(چیئرمین)**

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
انگریز کے لرزہ خیز انتقام کی داستان	۳
ابتدائے انتقام	۳
پھانسی	۴
درختوں پر لٹکا کر پھانسی	۷
سولی	۸
جلتی ہوئی سلاخوں سے داغ کر مارنا یا جلا دینا	۸
سور (خنزیر) کی کھال میں سیکر جلانا	۹
توپ سے باندھ کر اُڑا دینا	۱۰
بھوکا رکھ کر یا دم گھونٹ کر مارنا	۱۰
قتل عام اور بستیوں کو جلا دینا	۱۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نام پمفلٹ: انگریز کے لرزہ خیز انتقام کی داستان

تحریر: مولانا سید محمد میاںؒ

ناشر: شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

طبع سوم: ۲۰۱۸ء

www.rahimia.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انگریز کے لرزہ خیز انتقام کی داستان

برعظیم ہندوستان میں انگریز سامراج کے ہاتھوں جو مذہبی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی تباہی ہوئی، اس کا ایک سچا تقاضا تھا جو 1857ء کے انقلاب انگیز ہنگامے کی شکل میں رونما ہوا، جس کے متعلق مسٹر لیکی کا یہ قول ہے:

''اگر دنیا میں کوئی بغاوت حق بہ جانب کہی جاسکتی ہے تو وہ ہندوستان اور مسلمانوں کی بغاوت ہے''۔

لارڈ برٹس نے مسٹر اینسن کے نام ایک خط بنام لارڈ کیننگ واسرائے ہند کا ایک آخری جملہ نقل کیا ہے:

''میرے نزدیک ان کارتوسوں کے استعمال سے سپاہیوں کے مذہبی جذبات کو ناقابل برداشت طریقے سے ٹھکرا دیا گیا تھا''۔

مگر اَب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ تہذیب و اخلاق کے دعوے داروں نے اس حق بہ جانب بغاوت کا کیا علاج کیا اور مذہبی مجنوں کی اِصلاح کے لیے ان ہوشیار دانش مندوں کا طرزِعمل کیا تھا، جو یورپ سے خدمت خلق کے لیے سات سمندر پار کر کے ہندوستان آئے تھے۔

کلیجہ تھام لوگے جب سنو گے نہ سنوائے خدا شیون کسی کا

ابتدائے انتقام

کارتوسوں کے انکار پر جو انسانیت سوز سزا دی گئی تھی، ایک انگریز مؤرخ نے اس کا فوٹو مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہے:

www.rahimia.org

''بندوقوں اور سنگینوں کے پہرے میں 85 جوانوں کو ان کے اپنے فوجی لباس میں سپاہیوں کی حیثیت میں فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا اور سزا کو بلند آواز سے سنایا گیا، جس کا مقصد سپاہیوں کو بدکار مجرموں کی فہرست میں داخل کرنا تھا۔فوجی نشانات ان سے چھین لیے گئے۔ وردیاں ان کی پشت کی طرف سے پھاڑ دی گئیں پھر لوہار زنجیروں اور اوزار لے کر آگے بڑھے، اور آنا فانا میں وہ پچاسی جوان اپنے ساتھیوں کے اس عظیم الشان مجمع کے سامنے انتہائی بے عزتی کی تمام روشن اور ظاہر علامات کے ساتھ یعنی، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے ہوئے نظر آئے''۔

یہ نہایت ہی دردناک اور ذِلت آفریں نظارہ تھا، جس سے سپاہی بے حد متأثر ہوئے۔ بالخصوص جب انھوں نے اپنے بدقسمت ساتھیوں کی اس ناگفتہ بہ حالت اور مایوسانہ انداز کو دیکھا۔ حال آں کہ بعض ان میں سے اپنی پلٹن میں نہایت ہردلعزیز تھے اور متعدد دفعہ انھوں نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر برٹش حکومت کی ترقی اور وفاداری کا ثبوت بھی دیا تھا۔ قیدیوں نے ہاتھ اُٹھا کر باواز بلند جرنیل سے گڑگڑا کر رحم کی التجا کی کہ ان کو اس شدید مصیبت اور ہلاکت سے بچایا جائے پھر یہ دیکھ کر اس طریقے سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوسکتا، وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس بے عزتی کو خاموشی سے برداشت کرنے پر انھیں شرمندہ کیا اور غیرت دِلائی، اس وقت ایک بھی سپاہی اس میدان میں ایسا موجود نہ تھا، جس نے اپنے سینے میں اس واقعہ سے رنج اور نفرت کے جذبات اُٹھتے ہوئے محسوس نہ کیے ہوں، لیکن بھری ہوئی میدانی توپوں اور بندوقوں اور سواروں کے چمکتے ہوئے خنجروں کی موجودگی میں حملہ کرنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوسکتا تھا، چناں چہ قیدیوں کو ان کی کوٹھڑیوں میں لے گئے، جن پر پہرہ دینے کے لیے انھی کے ساتھیوں کو متعین کیا گیا۔

پھانسی

یہ سزا انگریز کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی، اس کے لیے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ اس نے بغاوت کی ہو، چناں چہ کوپر (ڈپٹی کمشنر امرتسر) لکھتا ہے:

''مسٹر مونٹ گمری کے حکم سے پنجاب میں بھی جہاں عام طور پر لوگ ابھی تک وفادار ہیں، ایک پلٹن کے صوبیدار، سوار پولیس کے رسالدار اور ایک داروغہ جیل کو فرض کی کوتاہی کے الزام میں پھانسی پر لٹکانا ضروری سمجھا گیا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو بہ خوبی ذہن نشین ہو جائے کہ پنجاب کے حکام ابتدا ہی میں بلاتوقف متشدادنہ کارروائی کرنے کی پالیسی سے لوگوں کے دلوں میں اپنا رعب قائم کرنا چاہتے ہیں۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے، جس سے اس نیم وحشی ملک میں وقار قائم رکھا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف ایک سخت پالیسی کا مقصد یہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ حکومت رعایا سے غیر مشروط اور غیر مبہم وفاداری چاہتی ہے، نہ کہ رعایا کی بردباری کے بھروسہ پر، جو ایک حد تک گورنمنٹ کے استقلال کی شکست کے مترادف ہے''۔

کوپر ہمیں بتاتا ہے:

''قیدیوں کی دائمی نجات کا راستہ نہایت آسان تھا، یعنی باغیوں کو دیکھ کر فی الفور نکلسن کا نعرہ بلند کیا جاتا ''پھانسی پر لے چلو''

ایک پادری کی بیوہ نہایت فاتحانہ انداز میں لکھتی ہے:

جب بہت سے باغی گرفتار کر لیے گئے تو انھیں حکم دیا گیا کہ وہ گرجے کے فرش کو صاف کریں، مگر باوجود یہ کہ یہ لوگ اپنے مذہبی معتقدات کی بنا پر اس قسم کا کام خلاف مذہب سمجھتے تھے۔ پھر بھی سنگین کی نوک سے انھیں اس حقیر کام کے لیے مجبور کیا گیا ان میں سے بعض نے نہایت پھرتی سے اس کام کو سرانجام دیا، محض اس خیال سے کہ شاید پھانسی کی سزا سے بچ جائیں، لیکن بے سود۔ کیوں کہ وہ سب کے سب پھانسی پر لٹکا دیے گئے۔

مچینڈی لکھتا ہے:

''وہ رات ہم نے جامعہ مسجد پر پہرہ دیتے ہوئے بسر کی اور ہمارا زیادہ تر وقت ان قیدیوں کو گولی سے اڑا دینے یا پھانسی پر لٹکا دینے میں گزرتا تھا، جن کو ہم نے صبح کے وقت گرفتار کیا تھا۔ ان میں سے بہت سے بچارے تو اسی جگہ ختم ہو گئے، لیکن آخر وقت تک ان

کے چہروں سے شجاعت اور ضبط کے آثار ہویدا تھے جو اس سے بڑے کسی مقصد کی شایان شان علامات تھیں‘‘۔

پلٹن نمبر 26 کا قصور اور اس کی سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ٹائمز نے لکھا تھا:

’’بغاوت کے اعلان سے 48 گھنٹے کے اندر پانچ سو آدمیوں کو پھانسی دی گئی۔ سوال ہوتا ہے کہ جرم کیا تھا؟ درآنحالیکہ خود ذمہ دار حکام کی رپورٹ سے تصدیق ہوچکی ہے کہ باغی بالکل نہتے تھے اور طوفان سے ڈر کر بھاگ نکلے تھے، نیز محاصرے کے وقت بھوک اور مسافت کی تکلیف اور صدمے سے ان کی حالت نیم مردہ انسانوں کی تھی‘‘۔

بہرحال ہندوستانیوں کو اس کثرت سے پھانسیاں دی گئی جو بیان سے باہر ہے (الہ آباد سے کانپور آتے ہوئے) دو دن کے اندر 42 آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی اور بارہ آدمیوں کو صرف اس جرم میں پھانسی دی گئی، جب فوج مارچ کرتی ہوئی ان کے سامنے سے گزری تو ان کے چہرے دوسری طرف کیوں تھے۔

جہاں جہاں فوج نے پڑاؤ ڈالے، وہاں پر قرب و جوار کے تمام دیہات جلے ہوئے تھے۔ یہ کہنا کہ یہ سب کان پور کے مظالم کے حادثہ کا جواب تھے، صحیح نہیں ہے کیوں کہ کانپور کا شیطانی واقعہ خوف ناک حوادث کے بہت بعد پیش آیا۔

آج بھی پارلیمنٹ کے محفوظ ریکارڈ میں گورنمنٹ ہند کی وہ تمام یادداشتیں محفوظ ہیں، جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ باغیوں کے علاوہ عام آبادی میں سے عورتوں، مردوں، بچوں، بوڑھوں تک کو پھانسی کے تختوں پر لٹکایا گیا۔

میں نے ایک گواہ سے کہا، میں تمھاری جان بخشی کر دیتا ہوں، بشرطیکہ تم اس کے عوض میں کوئی تین نام ایسے بتاؤ، جن کو تمھارے عوض میں پھانسی دی جائے (دہلی میں) خون ریزی کے عادی سپاہیوں نے جوش انتقام کو فرو کرنے کے لیے پھانسی دینے والے جلادوں کو رشوت دے کر آمادہ کیا تھا کہ وہ پھانسی کے تختہ پر لاشوں کو زیادہ دیر تک لٹکتے رہنے دیں، تاکہ لاش کے تڑپنے کی دردناک کیفیت دیکھ کر جسے وہ ناچ کہتے تھے، اپنی خون خوار

طبائع کے لیے دلچسپی کا سامان بناسکیں۔ اسی ضمن میں جھجر کے نواب عبدالرحمٰن خان شہید کو جان دینے میں بہت عرصہ لگا۔

درختوں پر لٹکا کر پھانسی

بنارس اور الٰہ آباد میں کان پور کے واقعہ سے پہلے ایک موقع پر چند نوجوان لڑکوں کو محض اس بنا پر پھانسی دی گئی کہ انھوں نے شوقیہ طور پر باغیوں کی جھنڈیاں اُٹھا کر بازاروں میں منادی کی تھی۔ سزائے موت دینے والی عدالت کے ایک افسر نے پُرنم آنکھوں سے کمانڈنگ آفسر کے پاس جاکر درخواست کی کہ ان نابالغ مجرموں پر رحم کرکے پھانسی کی سزا کو تبدیل کردیا جائے، لیکن بے سود۔

اس تمام سلسلے میں بے شمار ایسے واقعات ملیں گے، جن میں اس قسم کی نمائشی عدالتوں تک سے بھی گریز کیا گیا، اور بے گناہ انسانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ پھانسیاں دینے کے لیے رضاکارانہ ٹولیاں بنائی گئیں، جنھوں نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے دیہات کا دورہ کیا۔ اس حالت میں کہ ان کے پاس پھانسی دینے کا سامان بھی مکمل نہیں تھا اور نہ ہی کسی کو پھانسی دینے کے طریقے سے پوری واقفیت تھی، چناں چہ ان میں سے ایک ''شریف'' آدمی اپنی شان دار کامیابی پر اس طرح فخریہ اِظہار کرتا تھا کہ ہم پھانسی دیتے وقت عام طور پر آم کے درخت اور ہاتھی استعمال کرتے تھے، یعنی ملزم کو ہاتھی پر بٹھا کر درخت کے نیچے لے جاتے تھے اور اوپر سے رسہ ڈال کر ہاتھی کو ہنکایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ملزم اس طرح تڑپتے اور جان کنی کی حالت میں اکثر اوقات انگریزی کے آٹھ (8) کے ہندسہ کی دلچسپ شکل بن کر رہ جاتا تھا۔

لکھنؤ پر قبضہ کرنے کے بعد قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا، چناں چہ ہر ایسے ہندوستانی کو قطع نظر اس سے کہ وہ سپاہی ہے یا اودھ کا دیہاتی، بے دریغ تہ تیغ کیا گیا، یہاں تک کہ نہ کوئی سوال ہی کیا جاتا تھا اور نہ اس قسم کا کوئی تکلف روا رکھا جاتا، بلکہ محض سیاہ رنگ ہی اس کے مجرم ہونے کے لیے کافی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ اور ہلاکت کے لیے

www.rahimia.org

ایک رسہ اور درخت کی شاخ کا استعمال کیا جاتا تھا۔

سولی

دہلی وغیرہ میں شہر کے بلند مقام پر ایک چوگوشہ سولی نصب کی گئی تھی، جہاں پانچ اور چھ اشخاص کو روزمرہ پھانسی دی جاتی تھی، جس کے قریب ہی انگریز افسران سگرٹوں کے کش پر کش اُڑاتے ہوئے لاشوں کے تڑپنے کے نظاروں میں محو دِکھائی دیتے تھے۔

جلتی ہوئی سلاخوں سے داغ کر مارنا یا جلا دینا

مسٹر نکلسن، مسٹر ایڈورڈز کو ایک خط میں لکھا ہے:

دہلی میں انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کے خلاف ہمیں ایک ایسا قانون پاس کرنا چاہیے، جس کی رو سے ہم ان کو زندہ بھی جلاسکیں یا زندہ ان کی کھال اُتارسکیں یا گرم سلاخوں سے اذیت دے کر ان کو فنا کے گھاٹ اُتارسکیں۔ ایسے ظالموں کو محض پھانسی کی سزا سے ہلاک کر دینے کا خیال ہی مجھے دیوانہ کیے دیتا ہے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ کاش! میں دنیا کے کسی ایسے گمنام گوشے میں چلا جاؤں، جہاں مجھے یہ حق حاصل ہو کہ میں سنگین انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکال سکوں۔

نکلسن کو اپنی آرزو کے پورا ہونے میں کچھ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا، مسٹر موبری تھامسن نے اپنے بعض قیدیوں کی دردناک سرگزشت سر ہنری کاٹن کو ذیل کے الفاظ میں سنائی:

''شام کے وقت ایک سکھ اردلی میرے خیمہ میں آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا آپ غالبًا یہ دیکھنا پسند کریں گے، قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ میں فوراً لپک کر کے قیدیوں کے کیمپ میں گیا، جہاں ان بدبخت مسلمانوں کو عالم نزع میں بے حال دیکھا۔ یعنی مشکیں ان کی بندھی ہوئی تھیں اور وہ برہنہ زمین پر پڑے ہوئے تھے اور سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کو گرم تانبے سے داغ دیا گیا تھا، اس روح فرسا نظارہ کو دیکھ کر میں نے اپنے پستول سے ان کا خاتمہ کر دینا ہی ان کے حق میں مناسب سمجھا''۔

ایک عینی شاہد کا بیان ہے: بدنصیب قیدی کے جلتے ہوئے گوشت سے مکروہ بدبو نکل

کر آس پاس کی فضا کو مسموم بنا رہی تھی۔

انیسویں صدی میں جب کہ تہذیب اور شائستگی پر ناز کیا جاتا تھا ایک ایسا دردناک منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک انسان وحشیانہ طریقے سے زندہ آگ میں جلایا جا رہا ہے اور سکھ اور یورپین نہایت اطمینان اور متانت سے چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر اردگرد کھڑے دیکھ رہے ہیں، گویا کہ وہ ایک تفریح کا سامان تھا۔ ٹائمز آف انڈیا اخبار کے فوجی نامہ نگار مسٹر رسل نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی ہے چناں چہ وہ لکھتا ہے:

چند دنوں بعد میں نے اس شخص کی جلی ہوئی ہڈیوں کو اسی میدان میں پڑا ہوا پایا۔

ایڈورڈ ٹامسن لکھتا ہے:

دماغ پر سزا کا ایک ایسا مہلک اَثر پڑتا ہے کہ بعض دفعہ تو انسان نواب معین الدین حسن کے بیانات کو جن میں اس دردناک سزا کا ذکر ہے، پڑھنے یا سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، لیکن گورنمنٹ بنگال کے سرکاری کاغذات میں اَب بھی ایسی دستاویزات محفوظ ہیں، جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انگریز نہایت کثرت سے اس ہولناک سزا کا استعمال کرتے تھے۔ چناں چہ ایک انگریز افسر کی چٹھی ابھی تک محفوظ ہے، جس سے اٹھارہویں صدی کے آخری دور کے حالات پر بحث کرتے ہوئے اس دردناک طریق سزا کی ذیل کے الفاظ میں مذمت کی ہے۔

آخر کب تک ہم بنی نوع انسان کو اس دل خراش طریق سے گرم سلاخوں پر سکڑتے اور بھنتے دیکھنے کی اذیت برداشت کرتے رہیں گے۔

سور کی کھال میں سیکر جلانا

ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر ڈی لین نے لکھا تھا:

زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا یا پھانسی سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا یا ہندوستانیوں کو مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کریں، ایسی مکروہ اور منتقمانہ حرکات کی دنیا کی کوئی تہذیب بھی کبھی اجازت نہیں دیتی، ہماری

گردنیں شرم و ندامت سے جھک جاتی ہیں اور یقیناً ایسی حرکات عیسائیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہیں، جن کا کفارہ ہمیں بھی ایک دن ادا کرنا پڑے گا۔

توپ سے باندھ کر اُڑا دینا

لارڈ برٹس اپنی والدہ کو ایک چٹھی میں لکھتا ہے:

ہم پشاور سے جہلم تک پا پیادہ سفر کرتے ہوئے پہنچے اور راستہ میں کچھ کام بھی کرتے آئے، یعنی باغیوں سے اسلحہ چھیننا اور ان کو پھانسیوں پہ لٹکانا، چناں چہ توپ سے باندھ کر اُڑا دینے کا جو طریقہ ہم نے اکثر استعمال کیا ہے، اس کا لوگوں پر خاص اثر ہوا، یعنی ہماری ہیبت لوگوں کے دِلوں پر بیٹھ گئی، اگر چہ یہ طریقہ سزا نہایت دل خراش ہے۔

لڑائی کے اختتام پر بہت سے قیدیوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا اور یہ معلوم ہونے پر کہ اس قسم کی موت کی وہ کوئی خاص پرواہ نہیں کرتے تو ان میں سے چار آدمیوں کو فوجی عدالت کے حکم سے توپوں سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ چناں چہ ایک روز ایک توپ کے بہت بڑے دھماکے کی آواز سے ہم چونک پڑے، جس کے ساتھ ہی ایک ناقابل بیان دھیمی، مگر وحشت ناک چیخ بھی سنائی دی، دریافت کرنے پر ہمیں ایک افسر نے بتایا کہ یہ نہایت ہی کرب انگیز نظارہ تھا، یعنی ایک توپ میں اتفاق سے بارود زیادہ بھرا ہوا تھا، جس کے چلائے جانے سے بدقسمت ملزم کا گوشت ریزہ ریزہ ہوکر فضائے آسمانی میں اڑا اور تماشائیوں پر خون کے چھینٹے اور گوشت کے ٹکڑے گرے اور اس کا سر ایک راہرو پر اس زور سے گرا کہ اس کو بھی چوٹ آ گئی۔

بھوکا رکھ کر یا دم گھونٹ کر مارنا

مسٹر کوپر لکھتا ہے:

پہلی اگست کو بقر عید کا دن تھا، اس لیے مسلمان سواروں کو وہاں سے علاحدہ کرنے کے لیے ایک مفید عذر تھا۔ چناں چہ ان کو تیوہار منانے کے لیے امرتسر بھیج دیا گیا اور صرف ایک عیسائی افسر وفادار سکھوں کی امداد سے ایک مختلف قسم کی قربانی کے لیے وہاں پر اکیلا رہ

www.rahima.org

گیا، جو نہایت اطمینان سے اپنا کام کرتا رہا۔ اَب مشکل یہ پیش آئی کہ لاشوں کو کس طرح دَبایا جائے، تاکہ ان کا تعفن نہ پھیلے، لیکن اتفاق سے قریب ہی ایک ویران کنواں مل گیا۔

جب دس دس کی ٹولی کو یکے بعد دیگرے گولی سے اُڑاتے ہوئے ڈیڑھ سو سپاہی مارے جاچکے تو قتل کرنے والوں میں سے ایک شخص غش کھا کر گر پڑا، جو ہلاک کرنے والوں میں سب سے بوڑھا سپاہی تھا۔ اس لیے آرام کرنے کے لیے تھوڑا سا وقفہ دیا۔ اس کے بعد پھر قتل کی کارروائی شروع کر دی گئی۔ جب تعداد دو سو پینتیس تک پہنچ چکی تو ایک افسر نے اطلاع دی کہ باقی باغی برج سے باہر آنے سے انکار کرتے ہیں، جہاں وہ چند گھنٹے پیش تر عارضی طور پر بند کر دیے گئے تھے۔ اس برج کے دروازے کھولے گئے تو معاً ایک دردناک نظارہ دیکھنے میں آیا، جس سے ہول ولس بلیک ہال کی یاد تازہ ہوگئی، یعنی پینتالیس آدمیوں کی مردہ لاشیں لائی گئیں جو خوف، گرمی، سفر کی صعوبت اور دَم گھٹنے کی وَجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہوگئے تھے۔

ان مردہ اور نیم مردہ لاشوں کو گاؤں کے بھنگیوں کے ہاتھوں قریب کے ویران کنویں میں پھینکوا دیا گیا۔

لطف یہ ہے کہ جنرل لارنس اور رابرٹ منٹگمری وغیرہ نے اس فعل کی داد دیتے ہوئے کوپر کو مبارکباد کے خط لکھے (ملاحظہ ہو، انقلاب 1857ء کی تصویر کا دوسرا رخ، صفحہ 57)

نیز صرف سولی پر اکتفا کیا گیا، بلکہ دیہات میں لوگوں کو اپنے مکانوں میں بند کر کے آگ میں جلا کر خاکستر بھی کیا گیا۔

قتل عام اور بستیوں کا جلا دینا

31؍ جولائی 1857ء کو گورنر جنرل با اجلاس کونسل کی طرف سے ہندوستان میں مفصل ہدایات جاری کی گئیں کہ غیر معین طریقے سے دیہات کو آگ لگانا فی الفور بند کر دیا جائے اور مجسٹریٹوں کو حکم دیا گیا کہ غیر مسلح آدمیوں کو فوج کے بھاگے ہوئے سپاہی سمجھ کر ہرگز کوئی سزا نہ دیں۔

www.rahimia.org

بہت سی ایسی سول عدالتوں سے موت اور عمر قید کے اختیارات واپس لے لیے گئے، کیوں کہ ان کا استعمال نہایت بے دردی سے کیا جارہا تھا۔

28/ اگست کو مسٹر جان گرانٹ کو وسط ہند کا گورنر اس لیے مقرر کیا گیا، تاکہ الہ آباد اور دوسرے مقامات پر بے تحاشہ پھانسیوں کے سلسلے کو بند کردیں۔ باوجود اس امر کے ایک کثیر طبقے کی طرف سے وائسرائے اور مسٹر گرانٹ کی شدید مخالفت کی گئی۔ یہاں تک کہ تعریض کے طور پر ''پھانسیوں کو روکنے والا اور رحم دل کیننگ'' وغیرہ نام دے کر ان کی ہنسی بھی اُڑائی گئی، پھر بھی اس مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی گئی۔ جب اگست میں انگریزی فوج ہندوستانی دیہات جلانے کی مہم سے واپس آرہی تھی تو راستے میں انھوں نے وفادار سپاہیوں کی ایک جماعت کو بلا وَجہ گولیوں اور سنگینوں کا نشانہ بنادیا۔ چناں چہ انتقام کے اس خوف ناک مظاہرے پر اِظہارِ خیال کرتے ہوئے ٹائمز آف انڈیا نے اس واقعہ کو جنگی یا وحشی انصاف سے تعبیر کیا، لیکن جنرل آوٹریم کی رائے میں یہ واقعہ معصوم انسانوں کا سنگدلانہ قتل تھا۔

www.rahimia.org

میجر ریناڈ کو جنرل نیل کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی، جب وہ کان پور کے محصورین کی امداد کے لیے آرہا تھا کہ بعض دیہات کو ان کی مجرمانہ حرکات کی بنا پر عام تباہی کے لیے منتخب کرلیا گیا ہے، جہاں کی تمام مرد آبادی کو قتل کردینا ہوگا، باغی رجمنٹوں کے تمام ایسے سپاہی فی الفور پھانسی پر لٹکا دیے جائیں جو اپنے چال چلن کے متعلق اطمینان بخش ثبوت بہم نہ پہنچا سکیں۔ قصبہ فتح پور کی تمام آبادی کو محاصرے میں لے کر تہ تیغ کردیا جائے۔ باغیوں کے تمام سرغنوں کو فی الفور پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ اگر وہاں کا ڈپٹی کلکٹر قابو میں آجائے تو اس کو وہیں پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر کاٹ کر سب سے بڑی عمارت پر لٹکا دیا جائے۔

مسٹر رسل اپنی ایک طویل تحریر میں لکھتا ہے:

لیکن یہ تو انسانیت اور انصاف کے خلاف ہے کہ تمام اضلاع کو ہی تاخت وتاراج کیا

جائے، محض اس جرم پر کہ باغیوں نے ان علاقوں میں پڑاؤ کیا تھا۔

کچھ افسروں کی جانب سے احتجاج کیا گیا کہ اگر اسی طرح دیہات کو جلایا جاتا رہے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ فوج کو راستے میں رسد اور چارہ بالکل دستیاب نہ ہو سکے گا۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ اور پنجاب میں اندھادھند پھانسیاں دی گئیں، جن میں مرد، عورت اور بچوں کی کوئی تمیز روا نہ رکھی گئی۔ نیز بے شمار دیہات جلانے کی وَجہ سے آبادی کے اس حصے میں بھی نفرت اور وحشت پھیل گئی جو گورنمنٹ کے خلاف نہ تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فصلیں تباہ ہوگئیں۔ اس قسم کے وجوہات کی بنا پر یہ افواہ نہایت ترقی پکڑ گئی کہ گورنمنٹ کا منشا تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کے بے دریغ قتل کر دینے کا ہے۔ (رپورٹ گورنر جنرل باجلاس کونسل بہ حوالہ تصویر کا دوسرا رخ، ص 67) مختصر یہ کہ بے شمار دیہاتوں کو ایسے وقت میں جلا کر خاکستر کر دیا گیا، جب کہ عورتیں، بوڑھے اور بچے گھروں کے اندر موجود تھے۔ (ایضاً، ص 78)

''انگریزوں نے راستے میں سینکڑوں میل تک سڑک کے دونوں طرف دیہاتیوں کو بیدریغ قتل و غارت و برباد کر کے ملک کو صحرا کی طرح ویران اور سنسان کر دیا۔ دہلی سے باغیوں کے فرار ہو جانے کے بعد انگریز فاتحین نے باشندوں کا قتل عام کیا اور بے ضابطہ انگریزی عدالتوں کے حکم سے ہزاروں شہری پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیے گئے۔ حال آں کہ ان کو بغاوت سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا''۔ (تصویر کا دوسرا رخ، ص 75,76)

دہلی میں باشندوں کے قتل عام کی منادی کی گئی، حال آں کہ ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے، جن کے متعلق ہمیں علم تھا کہ وہ ہماری فتح کے خواہش مند تھے، ہمارے اکثر جوان تو محض خون گرانے کی خواہش پورا کرنے کے لیے اپنی ہی فوج کے ہندوستانی اردلیوں گھسیاروں وغیرہ کو گولی سے اُڑا دینے کی تمنا کا اعلانیہ طور پر اِظہار کرتے تھے۔

کان پور کے حادثے سے بہت عرصہ بیش تر ایک طرف تو فوجی قانون کے نفاذ کا اعلان کیا گیا اور دوسری طرف مجلس وضع قانون نے مئی اور جون میں نہایت خوف ناک

قوانین پاس کیے، جن پر پوری سرگرمی سے عمل کیا گیا اور فوجی اور سول افسروں نے خونی عدالتیں قائم کر کے ہندوستانیوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اُتارنا شروع کر دیا، بلکہ بعض حالات میں تو بغیر کسی نام نہاد عدالت کے حکم کے پھانسیاں دی گئیں، جن میں مرد عورت کی کوئی تمیز روا نہ رکھی گئی۔

بایں ہمہ خون ریزی کی آگ دن بدن اور بھڑکتی گئی۔ چناں چہ آج بھی پارلیمنٹ کے محفوظ ریکارڈ میں گورنمنٹ ہند کی وہ تمام یادداشتیں محفوظ ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ باغیوں کے علاوہ عام آبادی میں سے مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک کو بھی پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا۔ نہ صرف سولی پر ہی اکتفا کیا گیا، بلکہ دیہات میں ان کو اپنے مکانوں میں بند کر کے آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ اور شاذ و نادر ہی کسی ایک کو گولی سے مارنے کی تکلیف گوارا کی گئی۔ انگریزوں نے فخریہ لکھا ہے کہ ہم نے حتی الامکان کسی ذی روح کی آبادی کو زندہ نہیں رہنے دیا۔

لکھنؤ پر قبضہ کرنے کے بعد قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا۔ چناں چہ ہر ایسے ہندوستانی کو قطع نظر اس سے کہ وہ سپاہی ہے یا اودھ کا دیہاتی، بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہاں تک کہ نہ تو کوئی سوال ہی کیا جاتا اور نہ ہی اس قسم کا تکلف روا رکھا جاتا تھا، بلکہ محض سیاہ رنگت ہی اس کے مجرم ہونے کے لیے کافی دلیل سمجھی جاتی تھی اور ہلاکت کے لیے ایک رسہ اور درخت کی شاخ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ یا اگر یہ اشیا مہیا نہ ہوں تو بندوق کی ایک گولی بے گناہ انسان کے دماغ کو چیرتی ہوئی نکل جاتی تھی اور وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا۔

دہلی میں ہماری فوج کے شہر میں داخل ہونے پر تمام ایسے لوگ جو چلتے پھرتے نظر آئے وہ سنگینوں سے وہیں ختم کر دیے گئے۔ ایسے بدقسمت انسانوں کی تعداد بہت کافی تھی آپ اس ایک واقعہ سے کافی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک گھر میں چالیس یا پچاس ایسے اشخاص ہمارے خوف سے پناہ گزیں ہو گئے جو اگرچہ باغی نہ تھے، بلکہ غریب شہری تھے اور ہمارے عفو و کرم پر تکیہ لگائے ہوئے تھے، جن کے متعلق میں خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ وہ

www.rahimia.org

سخت مایوس ہوئے۔ کیوں کہ ہم نے اسی جگی میں ان کو اپنی سنگینوں سے ڈھیر کردیا۔ بے گناہ شہریوں کو در حال آں کہ وہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر رحم کی درخواست کرر ہے تھے۔ گولی کا نشانہ بنا دیا گیا، بلکہ عمر رسیدہ لوگوں کو حال آں کہ ان کے جسم رعشہ سے کانپ رہے تھے، کاٹ کر رکھ دیا گیا۔

ٹائمز کے نامہ نگار نے لکھا تھا:

میں نے دہلی کے بازاروں میں سیر کرنا مطلقاً چھوڑ دیا ہے۔ کیوں کہ کل ایسا دردناک واقعہ دیکھنے میں آیا ہے، جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، یعنی جب ایک افسر بیس سپاہی لے کر شہر کی گشت کو جانے لگا تو میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا اور راستے میں ہم نے چودہ عورتوں کی لاشوں کو شالوں میں لپٹے ہوئے بازار میں پڑا پایا، جن کے سر دھڑوں تک ان کے خاوندوں نے خود جدا کردیے تھے۔ چناں چہ عینی شاہد سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کے خاوندوں کو شبہ تھا کہ انگریز سپاہیوں کے قابو میں آگئیں تو وہ عصمت دری کریں گے۔ لہٰذا تحفظ ناموس کا یہی طریقہ مناسب خیال کیا گیا، جس کے بعد خاوندوں نے بھی خودکشی کرلی۔ چناں چہ ان کی لاشوں کو خود ہم نے دیکھا۔

ایڈورڈ ٹامسن لکھتا ہے:

فوجی شرابوں کی دکانوں کو لوٹتے اور شراب پی کر بازاروں میں گشت کرتے بے دریغ قتل و غارت گری کرتے۔ کبھی کبھی کوئی منچلا ان میں سے کسی کو ختم کردیتا۔ لطف یہ ہے کہ اس قاتل کو مذہبی دیوانہ کہا جاتا ہے، یعنی عقل کا تقاضا یہ تھا کہ نہایت خاموشی سے ان شرابیوں کے سامنے ذبح کے لیے گردن کیوں نہیں جھکادی۔

باغیوں کے جرم کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ سنگین پاداش دہلی کے باشندوں کو برداشت کرنی پڑی۔ ہزارہا مرد وعورت اور بچوں کو بے گنا خانماں برباد ہوکر جنگلوں اور ویرانوں کی خاک چھانی پڑی اور جتنا مال و اسباب وہ پیچھے چھوڑ گئے، ان سے ہمیشہ کے لیے ان کو ہاتھ دھونے پڑے۔ کیوں کہ سپاہیوں نے گھروں کے کونے کونے کھود کر تمام

www.rafimia.org

قیمتی اشیا کو قبضہ میں کرلیا اور باقی سامان توڑ پھوڑ کر کے خراب کر دیا، جس کو وہ اُٹھا کر نہیں لے جاسکتے تھے۔

وحشی نادر شاہ نے بھی وہ لوٹ مار نہیں مچائی تھی جو فتح دہلی کے بعد انگریزی فوج نے جائز رکھی۔ شارع عام پر پھانسی گھر بنائے گئے اور پانچ یا چھ آدمیوں کو روزانہ سزائے موت دی جاتی تھی، وال پول کا بیان ہے کہ تین ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی، جن میں سے انتیس شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مؤلف قیصر التواریخ لکھتا ہے کہ ستائیس ہزار مسلمان قتل کیے گئے اور سات دن تک برابر قتلِ عام جاری رہا۔ (افسانۂ غم، صفحہ 28,29)

۱۲۷۴ھ کی پہلی یا دوسری تاریخ کو بادشاہ کے سمدھی الٰہی بخش کی جاسوسی سے مسٹر ہڈسن نے تین شہزادوں مرزا مغل، مرزا حضرت سلطان اور مرزا ابوبکر وغیرہ کو ہمایوں کے مقبرے سے گرفتار کیا اور تینوں کا سر قلم کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے ہنس کر فرمایا؛ ''تیموری خاندان کے بہادر فرزند اسی طرح سرخرو ہوکر باپ کے سامنے آیا کرتے ہیں''۔ (پنڈت سندرلال)

لارڈ رابرٹس کے نزدیک اس قسم کی تمام درندگی کا مقصد یہ تھا کہ:

ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے۔

اس وحشت انگیزی، بربریت اور درندگی کا نتیجہ انگریز کے حق میں نہایت مبارک تھا، مسلمان اس قدر خائف ہوگئے کہ کانگریسی وزارتوں کے قیام سے پیش تر تک قومی اداروں کے دستورِ اساسی میں بسم اللہ کے بعد پہلا جملہ یہ ہوتا تھا کہ ''اس ادارہ کا تعلق سیاست سے قطعاً نہ ہوگا''۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

☆ شریعت، طریقت اور سیاست	مولانا محمد الیاس دہلوی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ دین کے معاشی نظام میں محنت کی قدر و قیمت	مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
☆ قرآنی اصول معاشیات	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
☆ ولی اللہی فکر کا تاریخی تسلسل	مولانا عبیداللہ سندھی
☆ اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	مقبول عالم بی اے
☆ دین کے شعوری تقاضے	شوکت اللہ انصاری
☆ جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسن
☆ اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
☆ ولی اللہی تحریک	مولانا سید محمد میاں
☆ امام شاہ عبدالعزیز	مولانا سید محمد میاں
☆ استعماری مظالم اور ملی تقاضے	شیخ الہند مولانا محمود حسن
☆ نظام کیا ہے؟	مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
☆ تبدیلی نظام کا ولی اللہی نظریہ	مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
☆ تبدیلی نظام کیوں اور کیسے؟	مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
☆ فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
☆ عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ مولانا محمد الیاس دہلوی کا تصور دین	مفتی سعید الرحمٰن
☆ غلبہ دین اور عبادات	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ ثناءِ خداوندی	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ صدائے فکر و عمل	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ ارکانِ اسلام	چوہدری افضل حق مرحوم

www.rahimia.org

پوسٹ بکس نمبر 938۔ پوسٹ آفس گلگشت، ملتان